تاریخ و سیر جناب طالب ہاشمی

حضرت اُبَیّ بن کعب انصاری رضؓ ـــــ سیّد المسلمین

(۱)

ہجرت نبوی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن میانہ قد اور اکہرے بدن کے ایک گورے چٹے پاکیزہ صورت آدمی بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بڑے ادب سے حضورؐ کو سلام کیا اور پھر آپ کی خدمت میں بیٹھ کر ارشاداتِ نبویؐ سے مستفیض ہونے لگے۔ یکایک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آثارِ وحی طاری ہوگئے اور زبانِ رسالت پر قرآن حکیم کی ایک سورۃ جاری ہوگئی[1] وہ صاحب وحی الٰہی کا ایک ایک لفظ بغور سنتے اور اس کو لکھتے جاتے تھے۔ جب جبریل امینؑ پیغام الٰہی پہنچا کر واپس چلے گئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں (تاکہ تمہیں یاد رہو)

ان صاحب نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا: "ہاں"

یہ سن کر وہ صاحب فرطِ مسرت سے بے خود ہوگئے اور بے اختیار رونے لگے۔

یہ صاحبِ رسول جن کا خود رب ذوالجلال والاکرام نے نام لے کر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو قرآن سنائیں ـ سید المسلمین حضرت اُبَیّ بن کعب انصاری رضؓ تھے۔

(۲)

سیدنا حضرت ابی بن کعب انصاری رضؓ کا شمار تاریخ اسلام کی ان مہتم بالشان شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو دربارِ رسالت میں نہایت ممتاز درجہ حاصل تھا ـــ اور جن کی جلالتِ قدر اور تبحّر علمی پر مسلمانوں کے سبھی مکاتبِ فکر کا کامل اتفاق ہے۔ حضرت اُبیؓ کا تعلق انصار کی نہایت معزز شاخ نجّار (خزرج) کے خاندان بنی جدیلہ سے تھا۔ شجرہ نسب یہ ہے:

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سورۃ البیّنہ تھی۔

اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج الاکبر۔ والدہ کا نام صہیلہ تھا جو خاندان عدی بن نجار سے تھیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ دو کنیتوں سے مشہور تھے ایک کنیت ابو المنذر تھی جو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ دوسری کنیت ابو الطفیل تھی جو ان کے بیٹے طفیل کے نام کی نسبت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ سید الانصار، سید المسلمین اور سید القراء حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے القاب تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے لڑکپن اور جوانی کے حالات کتبِ سیر میں نہیں ملتے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوائل عمر میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے اور ان کا شمار انصار کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر انصار میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غالباً حضرت ابی رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے اور اسی کا اثر تھا کہ اسلام کی آواز نے انہیں بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ عہدِ شباب میں دُختِ رز کا شوق بھی کرتے تھے اور ان کے سوتیلے باپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی محافلِ ناؤ نوش کے سرگرم رُکن تھے۔ (قبولِ اسلام کے بعد دونوں کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ زید بن سہل انصاری، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے اور رزم و بزم میں ان کے ساتھی تھے۔)

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے سعادت اندوزِ اسلام ہونے کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بیعت عقبۂ ثانیہ میں مکہ جا کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ لیکن تاریخ و سیر کی اکثر کتابوں میں اصحاب عقبۂ ثانی کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کا نام نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بیعتِ عقبہ سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ رہی یہ بات کہ وہ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہر صورت ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کا شرفِ ایمان سے بہرہ ور ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

(۳)

ہجرت کے بعد سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو انصار میں سے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کو سب سے پہلے وحی لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے ان کو انصاری کاتبین وحی میں امتیازی درجہ حاصل ہے۔

ہجرت کے چند ماہ بعد حضورؐ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت اُبَیؓ کو جلیل القدر صحابی ایکے از عشرہ مبشرہ حضرت سعیدؓ بن زید کا اسلامی بھائی بنایا۔

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت اُبیؓ بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت اُبیؓ کو غزوہ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا۔ جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے علاج کے لیے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کو کاٹ دیا۔ حضورؐ نے اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا اور حضرت اُبیؓ کا زخم جلد ہی مندمل ہو گیا۔

حضرت اُبَیؓ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور کلام الٰہی سے بھی گہرا شغف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ بارگاہِ نبویؐ میں گذارتے تھے۔ حضورؐ ان کو قرآن سناتے اور حفظ کراتے تھے اور کتابتِ وحی کی خدمت بھی لیتے تھے۔ اس طرح ان کو بارگاہِ رسالت میں خصوصی تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ قرآن حکیم سے حضرت اُبیؓ کا غیر معمولی شغف اس قدر مقبول ہوا کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ نے حضرت اُبَیؓ کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کو قرآن سنایا کریں۔ ارشادِ ربانی کے مطابق حضور اکرمؐ نے حضرت اُبیؓ کی تعلیم پر خاص توجہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآنِ حکیم کے حافظ اور قرآنی علوم و معارف کے بہت بڑے عالم بن گئے۔ ان کی قرأت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند تھی کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ "لوگوں میں سب سے بڑے قاری ابیؓ بن کعب ہیں۔"

ایک دفعہ حضورؐ نے حضرت ابیؓ سے دریافت فرمایا کہ "قرآن میں کون سی آیت بے انتہا عظمت کی حامل ہے؟" حضرت اُبیؓ نے عرض کیا "آیۃ الکرسی"

ان کا جواب سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "اُبیؓ تمہیں یہ علم مسرور کرے۔"

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبیؓ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں آپؐ سے پوچھیں۔ چنانچہ وہ بڑی آزادی کے ساتھ فیضانِ نبوی سے خوب خوب فیضیاب ہوتے تھے۔ بعض اوقات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بغیر پوچھے بھی قرآنِ حکیم کے اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے تھے۔

خود حضرت ابیؓ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُبیؓ

کیا میں تجھ کو ایسی سورت نہ بتاؤں جو نہ توراۃ میں ہے نہ زبور میں اور نہ انجیل اور نہ قرآن ہی میں اس جیسی اتاری گئی۔" میں نے عرض کیا، "بے شک ضرور بتائیے"۔ آپ نے فرمایا، "بے شک میں امید کرتا ہوں کہ تو اس دروازہ سے نکلنے نہ پائے گا یہاں تک کہ تو اس کو جان جائے گا۔" اس کے بعد آپؐ کھڑے ہوگئے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوگیا، آپؐ مجھ سے بات کر رہے تھے اور میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا تو میں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا اس خوف سے کہ آپؐ اس سورۃ کی خبر دینے سے پہلے ہی دروازے سے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب ہوا تو میں نے عرض کیا "یارسول اللہ وہ سورۃ جس کا آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے؟" آپؐ نے فرمایا کہ "تم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو کس طرح پڑھتے ہو؟" میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا وہ سورۃ یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (سورہ ۱۵ رکوع ۶) اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم دیا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُبی رضؓ کے حفظِ قرآن اور حافظہ پر پورا اعتماد تھا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ کو خود اس آیت کا خیال آگیا، صحابہؓ سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا، تمام صحابہؓ خاموش رہے لیکن حضرت اُبیؓ بن کعب نے فوراً عرض کیا، "یارسول اللہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا یہ منسوخ ہوگئی ہے یا سہواً ترک ہوگئی؟"

حضورؐ نے فرمایا "نہیں میں پڑھنا بھول گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کا دھیان اس طرف نہ گیا ہوگا۔"

ایک مرتبہ حضرت اُبی رضؓ کو ایک آیت کی قرأت کے بارے میں حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے اختلاف پیدا ہوا۔ دونوں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھ کر آپؐ کو سنائی۔ حضورؐ نے فرمایا "تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو"۔ حضرت اُبیؓ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور انہوں نے حیران ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ میں بھی ٹھیک پڑھتا ہوں اور عبداللہ بھی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے لیکن رعبِ نبوت نے جسم پر کپکپی طاری کر دی اور پسینے میں نہا

گئے۔ حضورؐ نے ان کی حالت دیکھی تو ان کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا "الٰہی اُبیؓ کا شک دور کر" آناً فاناً ان کا دل وسوسہ سے پاک ہو گیا اور اس معاملہ میں ان کو پورا اطمینان ہو گیا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سحابِ لطف وکرم حضرت اُبیؓ پر ایسا جھوم جھوم کر برسا کہ وہ عہدِ رسالت میں ہی مسندِ درس و افتا پر فائز ہو گئے۔ لوگ ان سے قرآن پڑھتے اور مختلف مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی صاحبؓ رسولؐ نے ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا، جب اس آیت پر پہنچے "اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ" تو ایرانی صحابیؓ کی زبان سے اثیم کی بجائے یتیم نکلتا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن ان سے صحیح تلفظ ادا نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکل بیان کی۔ حضورؐ نے ایرانی سے فرمایا "کہو طعام الظالم" انہوں نے یہ الفاظ بالکل صحیح ادا کیے۔ سرورِ عالمؐ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا "اس کی زبان درست کرنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔"

مشہور صحابی حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی نے حضرت اُبیؓ بن کعب سے قرآن پڑھا تو انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی حضرت اُبیؓ اس کو لگا کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا "اُبیؓ یہ کمان کس نے دی ہے؟" عرض کیا "طفیل بن عمرو دوسی نے، میں نے اسے قرآن پڑھایا ہے۔" حضورؐ نے فرمایا "اس کو واپس کر دو ورنہ یہ جہنم کے ایک ٹکڑے کا قلاوہ بن جائے گی۔" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم اپنے شاگردوں کے ہاں کھانا بھی تو کھا لیتے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا: "وہ کھانا بطورِ خاص تمہارے لیے تیار نہیں کیا جاتا اگر تم کھانے کے موقع پر پہنچ گئے اور اس میں شریک ہو گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جو چیز خاص تمہارے لیے تیار کی جائے اگر تم اس کو استعمال کر لو تو اپنی آخرت کے اجر کو ضائع کر دو گے۔"

ایک اور روایت میں خود حضرت اُبیؓ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورۃ سکھائی اس نے میرے پاس ایک کپڑا ہدیۃً بھیجا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اسے لے لیا تو تجھے آگ کا کپڑا پہنایا جائے گا۔

حضرت اُبیؓ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا ایک ایک لفظ بغور سنتے تھے اور اس کو حرزِ جان بنا لیتے تھے۔ ایک دفعہ بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا "یا رسول اللہ ہم لوگ جو بیمار ہوتے ہیں یا دوسری تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں بھی کچھ ثواب ہے؟" حضورؐ نے فرمایا "ہاں یہ بیماریاں اور تکلیفیں مسلمان کے گناہوں کا کفارہ

بن جاتی ہیں۔"

حضرت اُبی رض نے پوچھا "یا رسول اللہ کیا معمولی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟"
فرمایا: "چھوٹی چھوٹی تکلیفیں کیا، مسلمان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی جوشِ ایمان کی یہ کیفیت ہوئی کہ بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی: "الٰہی میں ہمیشہ بخار میں مبتلا رہوں مگر نماز با جماعت، حج، عمرہ اور جہاد کے قابل رہوں!"

یہ دعا فوراً درِ اجابت پر پہنچ گئی۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت اُبی رض کو ہر وقت خفیف سی حرارت رہتی تھی۔ شاید اس کی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی قدرے حدّت پیدا ہو گئی تھی۔

۹ھ میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی رض کو قبائل بلی، عذرہ اور بنو سعد میں عاملِ صدقات بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت دیانت اور جفاکشی کے ساتھ انجام دیے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے اپنے تمام جانور ان کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے آپ جو چاہیں چن لیں۔ انہوں نے اونٹ کا ایک دو سالہ بچہ لے لیا۔ جانوروں کے مالک نے کہا "یہ بچہ آپ کے کس کام کا، یہ جوان اور فربہ اونٹنی لے جائیں۔"

حضرت اُبی رض نے کہا "نہیں نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مدینہ منورہ حضور ص کی خدمت میں چلو، آپ ص جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کرنا۔"
جانوروں کے مالک بڑے مخلص مسلمان تھے وہ حضرت ابی رض کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور وہی اونٹنی حضور ص کی خدمت میں پیش کی۔

آپ ص نے فرمایا "اگر تم یہی اونٹنی بخوشی دینا چاہتے ہو تو دے دو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔" انہوں نے برضا و رغبت یہ اونٹنی صدقہ میں دے دی۔ اور خوش خوش اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔
ایک دفعہ حضرت اُبی رض نے کہیں سے ایک تھیلی پڑی پائی۔ کھول کر دیکھا تو اس میں سو دینار تھے دوڑے دوڑے حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپ ص نے فرمایا کہ سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ وہ سال بھر ان دیناروں کا اعلان کرتے رہے لیکن کسی نے ان کی ملکیت کا دعویٰ نہ کیا۔ حضرت اُبی رض پھر حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ میں سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتا رہا لیکن کوئی یہ رقم لینے نہیں آیا۔" حضور ص نے فرمایا: "ایک سال اور انتظار

کرو اگر کوئی شخص رقم کی مقدار اور تھیلی کا نشان بتا کر ان دیناروں کا دعویٰ کرے تو اس کے حوالے کر دینا، ورنہ یہ مال تمہارا ہو چکا۔"

حضرت اُبیؓ کو قرأتِ قرآن میں ایسا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ خود حاملِ وحی و نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنے سالِ رحلت (۱۱ ہجری) میں بھی حضرت اُبی رضؓ کو آخری بار قرآن سنایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا، "مجھے جبریلِ امین ع نے آ کر کہا ہے کہ اُبی رضؓ کو قرآن سنا دیجیے۔"

(۴)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت اُبیؓ ان چند صحابہ میں سے تھے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے تاہم جب جمہور مسلمانوں کی رائے کے مطابق حضرت ابو بکر رضؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت ابیؓ نے خوشدلی سے ان کی بیعت کر لی۔ صدیق اکبر رضؓ حضرت ابیؓ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب انہوں نے قرآن حکیم کی ترتیب و تدوین کا کام اہل علم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سپرد کیا تو حضرت ابی رضؓ کو اس جماعت کا امیر مقرر کیا۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے اگر کسی آیت کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو سب اس کو مل کر طے کرتے تھے۔ صدیق اکبر رضؓ کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت اُبیؓ کو مجلسِ شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ وہ حضرت ابیؓ کی جلالتِ علمی اور اصابتِ رائے کے بے حد معتقد تھے اور ان کا غیر معمولی اعزاز و اکرام کرتے تھے اور اہم ملکی اور دینی معاملات میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ ان (حضرت ابیؓ) کو سید المسلمین کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ "ہم سب سے بڑے قاری اُبی رضؓ ہیں۔" اسی طرح حافظ ابن عبد البرؒ الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ سے متعدد طرق سے یہ روایت ہم کو پہنچی ہے کہ آپ رضؓ نے کہا، ہم میں علم قضا کے سب سے بڑے ماہر علی بن ابی طالب اور حفظِ قرآن میں سب سے بڑے اُبی رضؓ ہیں۔

سید محمد علی بیلاوی نے اپنی کتاب "التعریف با التبی: القرآن الشریف" میں مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ مشکل مسائل میں حضرت اُبی رضؓ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور پیچیدہ مقدمات میں ان سے فیصلہ کراتے تھے اور آپ رضؓ انہیں سید المسلمین اور سید القراء کے

القاب سے یاد کرتے تھے "

حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی رضؓ بن کعب کو مردوں کا اور حضرت سلیمانؓ بن ابی حثمہ کو عورتوں کا امام مقرر فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضؓ اگرچہ حضرت ابیؓ پر بے حد مہربان تھے اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے لیکن حضرت ابیؓ رضؓ دینی معاملات میں مطلق ان کی رُو رعایت نہ کرتے اور جس بات کو حق سمجھتے برملا اس کا اظہار کر دیتے تھے کنز العمال میں ہے کہ "حضرت عمر رضؓ کا ایک شخص پر گزر ہوا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا" وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ " آپ رضؓ ٹھہر گئے اور کہا ذرا ادھر تو آؤ، وہ آپؓ کے پاس آیا تو آپ رضؓ نے پوچھا، تمہیں یہ آیت کس نے یاد کرائی ہے۔ اس نے کہا یہ مجھے ابی رضؓ بن کعب نے یاد کرائی ہے۔ آپ رضؓ نے فرمایا کہ چلو ابیؓ بن کعب کے پاس۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اُبیؓ رضؓ کے پاس آیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ" اے ابا المنذر یہ شخص کہتا ہے کہ تم نے اسے یہ آیت تعلیم کی ہے"۔ اُبیؓ رضؓ نے کہا سچ کہتا ہے میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے (تعجب سے) کہا "تم نے اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے سنا ہے"؟ ابی رضؓ نے کہا،" ہاں"! تیسری بار پوچھنے پر بڑے غصہ سے کہا کہ" ہاں خدا کی قسم! اس کو اللہ نے جبریلؑ پر اور جبریلؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر نازل کیا۔ بیشک خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا" یہ سن کر حضرت عمر رضؓ وہاں سے باہر نکلے اس طرح کہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہے تھے" اللہ اکبر اللہ اکبر"

اسی سلسلے میں کنز العمال میں اور روایتیں بھی ملتی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابو درداء رضؓ اہل شام کی ایک بڑی جماعت کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے ان لوگوں نے حضرت ابی رضؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی۔ حضرت عمر رضؓ نے اس کی قرأت پر اعتراض کیا۔ اس نے کہا میں نے ابی رضؓ بن کعب سے یہ آیت اس طرح سنی ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اُبیؓ کو بلا لاؤ۔ اس وقت اُبی رضؓ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے۔ امیر المومنین کا پیغام ملا تو قاصد سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو حضرت ابیؓ کو غصہ آ گیا اور اس حالت میں دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھ میں چارہ تھا اور دامن چڑھا رکھا تھا، حضرت عمر رضؓ نے وہ آیت ان سے پڑھوائی اس کے بعد حضرت زیدؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ وہی آیت پڑھیں، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تو ان کی

قرأت حضرت اُبیؓ کی قرأت سے کسی قدر مختلف تھی ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت زیدؓ کی تائید کی اس پر حضرت اُبیؓ نے خشمناک ہو کر کہا "عمرؓ خدا کی قسم! آپؓ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور آپ لوگ باہر کھڑے رہتے تھے ۔ اب آج میری یہ قدر افزائی کی جا رہی ہے ۔ خدا کی قسم اگر آپ کہیں تو میں خانہ نشین ہو جاؤں نہ کسی سے کلام کروں اور نہ لوگوں کو قرآن پڑھاؤں یہاں تک کہ مجھ پر موت وارد ہو جائے"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہرگز نہیں جب اللہ نے آپؓ کو علم دیا ہے ۔ تو آپؓ شوق سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں ۔

ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیؓ بن کعب پر کسی آیت کی قرأت کے متعلق اعتراض کیا تو انہوں نے برہم ہو کر کہا، "میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے اور آپ کو بقیع کے بازار میں خرید و فروخت سے فرصت نہ تھی" حضرت عمرؓ نے (جن کو اُبیؓ کا بڑا لحاظ تھا اور وہ ان سے الجھنا نہیں چاہتے تھے) فرمایا "تم ٹھیک کہتے ہو"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی ایک گلی میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتا ہوا جا رہا تھا، اتنے میں پیچھے سے آواز آئی "سند بتاؤ! اے ابن عباسؓ سند بتاؤ" میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے، میں نے کہا، میں آپؓ کو اُبیؓ بن کعب کا حوالہ دیتا ہوں، یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اُبیؓ کے پاس جا اور ان سے دریافت کر کہ کیا تم نے ان کو یہ آیت یاد کرائی ہے ۔ ہم اُبیؓ کے پاس گئے، ابھی ہم ان کے دروازے پر پہنچے کہ خود حضرت عمرؓ آ گئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی ۔ اُبیؓ نے اجازت دے دی ۔ ہم لوگ اُبیؓ کے پاس ایسی حالت میں پہنچے کہ ان کی کنیز ان کے سر میں کنگھی کر رہی تھی ۔ حضرت عمرؓ کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا ڈال دیا گیا ۔ وہ اس پر بیٹھ گئے ۔ اُبیؓ بن کعب دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی ۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے ہماری طرف رخ کیا اور کہا "دیکھو تو اس (اُبیؓ) کو ہماری پرواہ ہی نہیں ۔ تھوڑی دیر بعد اُبیؓ بن کعب نے حضرت عمرؓ کی طرف رخ کیا اور کہا "خوش آمدید امیر المومنین اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ صرف ملاقات کے لیے یا کسی اور غرض سے؟" حضرت عمرؓ نے کہا "میں کسی غرض ہی سے آیا ہوں ۔ آخر تم لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہو؟"

اُبیؓ نے کہا ۔ اچھا شاید کوئی آیت آپؓ نے سنی ہے جو سخت ہے ۔ آپ کو علم ہونا چاہیئے کہ

میں نے قرآن اس ہستی سے سیکھا جس نے تازہ تازہ اس کو جبریلِ امین سے حاصل کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے "خدا کی قسم تم احسان جتانا چاہتے ہو لیکن میری تشفی نہیں ہوئی — تم کسی طرح (اپنی بات کہنے سے) باز نہ آؤ گے اور مجھے کسی طرح تاب نہ آئے گی۔"

کبھی کبھی اختلاف رائے ہو جانے کے باوجود حضرت عمرؓ، حضرت اُبیؓ کے دل سے قدردان اور مدّاح تھے۔ شام کے مشہور سفر میں انہوں نے جابیہ کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

"من اراد القرآن فلیات ابیا"

"جس کو قرآن کا شوق ہو وہ ابیؓ کے پاس آئے۔"

حضرت عثمان ذوالنورینؓ بھی حضرت اُبیؓ کے تبحرِ علمی کے معترف تھے۔ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں محسوس کیا کہ بعض صحابہ کی قرأت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کر دوں گا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے انصار اور مہاجرین میں سے بارہ ایسے صحابہ منتخب کیے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا اور پھر انہیں یہ کام سونپا کہ باہمی مشورہ سے قرأت کا اختلاف دور کریں۔ اس مجلس کے امیر حضرت ابیؓ مقرر ہوئے۔ وہ بولتے جاتے تھے اور حضرت زیدؓ بن ثابت لکھتے جاتے تھے۔ جہاں اختلاف پیدا ہوتا سب آپس میں مشورہ کر کے اس کو دُور کر لیتے۔ کنز العمال میں ہے کہ اس کے بعد قرآن حکیم کے تمام نسخے حضرت اُبیؓ کی قرأت کے مطابق ہو گئے۔ لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اُبیؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں (۱۹ یا ۲۰ یا ۲۲ھ میں) وفات پا چکے تھے۔ سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بزمانہ حضرت عثمان ۳۲ھ میں وفات پائی۔ اختلافِ قرأت دور کرنے والی روایت اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب حضرت ابیؓ کی وفات ۳۲ھ میں تسلیم کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت اُبیؓ نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی اس میں سے۔ طفیل، محمد، ربیع، عبداللہ اور ام عمر کے نام معلوم ہیں ان کی اہلیہ ام طفیل بھی صحابیہ تھیں۔

(۵)

حضرت اُبیؓ علم و فضل کا مجمع البحرین تھے۔ وہ نہ صرف قرآن اور جملہ علومِ قرآنی میں درجۂ تبحر رکھتے تھے بلکہ حدیث اور فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ امام ذہبی کا بیان ہے کہ

حضرت اُبیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا"۔ تاہم حضرت اُبیؓ روایتِ حدیث میں بے حد محتاط تھے۔ چنانچہ ان سے صرف ۶۴ احادیث مروی ہیں۔

حضرت اُبیؓ کی جلالتِ علمی کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، خیر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ بن مالک جیسے اساطین امت بھی شامل ہیں۔ ان بزرگوں کو حضرت اُبیؓ کے گھر جاکر مسائل دریافت کرنے سے بھی اجتناب نہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہیں انصار میں سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان کو اسلامی علوم کے علاوہ تورات اور انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کتابوں میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہ انہیں بڑے لطف و انبساط کے ساتھ لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابیؓ بن کعب کی ذات ایک ایسا چشمۂ فیض کی حیثیت رکھتی تھی جس سے ہر مسلمان بقدرِ ظرف فیضیاب ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو شرعی مسائل بھی بتاتے تھے اور قرآن حکیم کے حقائق و معارف کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ ان کے نزدیک قرآنِ کریم پر عمل کر کے ہی مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کیجیے۔ فرمایا:

> "قرآن کریم کو اپنا امام بنا لو، اس کے فیصلوں اور احکام پر راضی ہو جاؤ، بے شک یہ قرآن وہی ہے جو تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے اور یہ ایسا شاہد ہے جس پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتا۔ اس میں تمہارا تذکرہ بھی ہے اور تم سے پہلی امتوں کا بھی۔ یہی تمہارے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس میں تمہارا بھی اور تمہارے بعد آنے والوں کا بھی حال درج ہے۔"

ابو نعیمؒ نے "حلیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابیؓ بن کعب فرمایا کرتے تھے کہ مومن میں چار صفتیں ضرور ہوتی ہیں:

۱۔ اگر مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔
۲۔ اگر اسے کوئی نعمت عطا ہو تو اللہ کا شکر کرتا ہے۔

۳- اگر کوئی فیصلہ دیتا ہے تو پورا انصاف کرتا ہے۔

۴- اگر وہ بولتا ہے تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔

اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کوئی چیز ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان تک نہیں ہوتا اور جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدر نہیں کرتا اور اسے اس طرح استعمال کرتا ہے جو شرعاً اس کے لیے جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بعض شرعی مسائل میں حضرت اُبیؓ اپنا خاص مسلک رکھتے تھے۔ مثلاً وہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور دوسری نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔ زنا کی سزا تین قسم کی بتاتے تھے متاہل بڈھے کو تازیانہ و رجم دونوں، متاہل جوان کو محض رجم اور غیر متاہل جوان کو فقط تازیانہ۔

مزاج میں کسی قدر تکلف تھا۔ حلقۂ درس میں گدّے پر بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے اور تلامذہ کو اپنی تعظیم کے لیے سر دقد کھڑے ہونے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بڑھاپے میں جب سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے پراگندہ مُو ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک لونڈی کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ آپ کے بالوں کو بنا سنوار دیا کرے۔ دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا جب کنگھی کرتے تھے تو اس کی طرف منہ کر لیتے تھے۔

حضرت اُبیؓ کی شخصیت علم اور عمل دونوں کی جامع تھی۔ بدعات سے اجتناب کرتے تھے اور اپنے ہر کام میں سنتِ نبوی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ عبادات میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے۔ تلاوت اور نماز میں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ عموماً تیسری رات کو قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ رات کے ایک حصے میں درود و سلام میں مصروف رہتے تھے۔

تقدم فی الاسلام، حُبِّ رسولؐ، شوقِ جہاد، شغفِ قرآن و حدیث اور جذبۂ اصلاح و تبلیغ حضرت اُبیؓ بن کعب کی کتابِ سیرت کے نمایاں ابواب ہیں ان میں سے کسی باب پر بھی نظر ڈالیں، ان کی شخصیت منارۂ نور نظر آتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،